راولپنڈی مسلم لیگ اور ۱۹۴۵-۴۶ء کے انتخابات

راجہ عدنان رزاق*

اگر چہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پہلی شملہ کانفرنس (جون تا جولائی ۱۹۴۵ء) کی ناکامی ہی ۱۹۴۵-۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات کا باعث بنی لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ذہن نشین کر لینا بھی ضروری ہے کہ ۱۹۳۴ء کے بعد سے برصغیر میں مرکزی اسمبلی کے اور ۱۹۳۷ء کے بعد سے صوبائی اسمبلی کے عام انتخابات کا انعقاد نہیں ہوا تھا۔ شملہ کانفرنس کی ناکامی نے مسلمانوں کے لئے کوئی راہ نہیں چھوڑی ماسوائے اس کے کہ وہ ایک خود مختار ریاست کے قیام کیلئے جدوجہد کریں اور ثابت کریں کہ وہ بحیثیت مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں لہٰذا انہیں ان کے تمام حقوق سے نوازا جانا چاہئے۔ ۲۱ راگست ۱۹۴۵ء کو برصغیر میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا[۱]۔ برصغیر کی تمام بڑی سیاسی پارٹیوں نے انتخابات میں بھر پور حصہ لینے کیلئے اپنے اپنے منشور کا اعلان کیا۔

پنجاب کے دوسرے بڑے شہروں کی طرح راولپنڈی میں بھی الیکشن کی گہما گہمی دیکھنے میں آئی۔ تمام سیاسی جماعتوں کی ذیلی شاخیں جو راولپنڈی میں سرگرم تھیں پُر جوشی سے الیکشن کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ ۱۹۳۶ء-۳۷ء کے عام انتخابات مسلمانوں اور مسلم لیگ کیلئے کچھ اچھی یادیں چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔ مسلم لیگ کو بُرے طریقے سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اب مسلم لیگ قائداعظم کی قیادت میں برصغیر کے کونے کونے میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہونے کی دعوے دار تھی۔ قائداعظم نے اس دوران پورے برصغیر میں دورے کر کے مسلم لیگ کی جڑیں مضبوط کیں۔ انہوں نے چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہات میں بھی مسلم لیگ کی ذیلی شاخیں بنانے پر زور دیا۔ وہ اپنے ہر دورے پر علاقے کے نوجوانوں اور طالب علموں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے رہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے پہلی مرتبہ ۱۹۳۶ء میں اور پھر دوسری مرتبہ ۱۹۴۴ء میں ضلع راولپنڈی کا دورہ کیا۔

۱۹۳۶ء کے بعد مسلم لیگ کی بہتر کارکردگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۳۷ء اور ۱۹۴۳ء کے درمیان صوبائی اسمبلی کی مسلمانوں کی نشستوں پر ۶۱ ضمنی انتخابات کا انعقاد ہوا جس میں سے مسلم لیگ نے ۴۷، آزاد

---

* ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ تاریخ، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

امیدواروں نے ۱۰ اجبکہ نامزد مسلمانوں نے کل ۹ نشستیں حاصل کیں۔[۲] مرکزی اسمبلی کے ضمنی انتخابات میں بھی مسلم لیگ نے عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ یہ مسلم لیگ کے دعویٰ کا واضح ثبوت تھا کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ آئندہ آنے والے انتخابات میں مسلم لیگ کو نہ صرف کانگریس بلکہ بہت سی نیشنلسٹ مسلم سیاسی جماعتوں کا بھی سامنا تھا جو قیام پاکستان کی مخالف تھیں۔ ان میں احرار پارٹی، جمعیت علماء ہند، خدائی خدمتگار، مومن کانفرنس، آزاد بورڈ وغیرہ سرفہرست تھیں۔ یہ سب کانگریس کی حامی جماعتیں تھیں اور تقسیم ہندوستان کے مخالف تھیں۔ کانگریس پر امید تھی کہ وہ اس دفعہ بھی بھرپور کامیابی حاصل کرلے گی کیونکہ وہ مسلم لیگ سے زیادہ منظم جماعت تھی اور ان کے پاس وسائل بھی مسلم لیگ سے کہیں زیادہ تھے۔

انتخابات کی مہم کا آغاز ہوا تو قائداعظم نے مسلمانوں کو انتباہ کیا کہ اگر وہ مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں ووٹ ڈالیں گے تو ان کا ووٹ پاکستان کے حق میں تصور کیا جائے گا اور اگر وہ کانگریس کے امیدوار کو ووٹ ڈالیں گے تو ان کا ووٹ ہندو راج کے قیام کے لئے ہوگا۔[۳] انہوں نے مزید کہا کہ انتخابات کے مثبت نتائج ہی ہمارے اس دعوے کا ثبوت ہوں گے کہ آل انڈیا مسلم لیگ واقعی مسلمانانِ برصغیر کی نمائندہ جماعت ہے۔

مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی حالات مسلم لیگ کیلئے سازگار نہیں تھے۔ پنجاب میں خضر حیات ٹوانہ کی برسر اقتدار یونینسٹ پارٹی کافی مضبوط سیاسی جماعت تھی جو اس سے پہلے بھی پنجاب میں برسر اقتدار رہ چکی تھی اور پنجاب کے زیادہ تر ساہوکار اور زمیندار اس پارٹی کے ممبر تھے جن میں سکھ بھی تھے اور ہندو بھی۔ سرحد میں خان عبدالغفار خان کی خدائی خدمتگار پارٹی مسلم لیگ کیلئے کافی مشکلات کا باعث بنی ہوئی تھی۔[۴] اس جماعت کی تمام تر ہمدردیاں کانگریس کے ساتھ تھیں۔ کچھ ایسا ہی حال سندھ میں بھی تھا۔ وہاں کے وڈیرے کانگریس کی حمایت میں پیش پیش تھے۔ البتہ بنگال میں حالات کچھ سازگار تھے۔ یہاں مسلم لیگ حسین شہید سہروردی کی قیادت میں کافی منظم جماعت بن کر ابھری تھی۔ کرشک پرجا پارٹی کے ممبران کی شمولیت کے بعد بنگال مسلم لیگ اور بھی زیادہ مستحکم ہو چکی تھی۔ بنگال میں پیروں اور مذہبی علماء نے بھی مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ قائداعظم کے فروری میں دورۂ بنگال نے بھی بنگال کے مسلم لیگی کارکنوں کو بہت ہمت بخشی[۵] یہاں یہ کہنا بجا ہوگا کہ اب مسلم لیگ پہلے سے بہت زیادہ بہتر پوزیشن میں تھی کیونکہ اب وہ ایک عوامی جماعت کا روپ دھار چکی تھی۔ جس کی شاخیں برصغیر کے کونے کونے میں موجود تھیں۔ مسلم لیگی امیدواروں کے انتخاب کیلئے مرکزی اور صوبائی پارلیمانی بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی جا چکی تھی۔

راولپنڈی مسلم لیگ بھی آل انڈیا مسلم لیگ کے فیصلوں کی روشنی میں انتخابات میں حصہ لینے کیلئے حکمت عملی

تیار کر چکی تھی۔ ضلع راولپنڈی کے بہت سے نامی گرامی اور صاحب حیثیت لوگ مسلم لیگ کے ٹکٹ کے خواہش مند تھے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان دنوں خاکسار پارٹی بھی عوام میں کافی مقبول تھی اور انتخابات سے پہلے خاکسار جماعت کے امیر علامہ عنایت اللہ خان مشرقی نے جماعت کی مقبولیت میں اضافے کیلئے ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء کو راولپنڈی کا دورہ کیا۔[۶] انہوں نے اپنے خطابات میں مسلم لیگ اور کانگریس کے رہنماؤں پر کڑی نکتہ چینی کی یہاں تک کہ انہوں نے قائداعظم کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔ پنجاب کی برسراقتدار یونینسٹ پارٹی کو پنجاب کے وزیراعظم ملک خضر حیات ٹوانہ کی آشیرباد حاصل تھی جنہوں نے سیاسی مہم کے دوران ۱۸ ستمبر ۱۹۴۵ء کو راولپنڈی کا دورہ کیا اور یونینسٹ پارٹی کے رہنماؤں اور کارکنوں سے ملاقاتیں کیں اور انتخابات کیلئے ان کی سیاسی حکمتِ عملی پر بحث کی۔[۷]

راولپنڈی مسلم لیگ کی سیاسی سرگرمیاں

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ضلع راولپنڈی میں مسلم لیگ کی مقبولیت میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ گورڈن کالج اور اسلامیہ ہائی سکول کے طلباء کے علاوہ علی گڑھ اور اسلامیہ کالج پشاور کے بہت سے طلباء بھی راولپنڈی میں مسلم لیگ کی انتخابی مہم میں پیش پیش تھے۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ تمام بالغ افراد کو ووٹ ڈالنے کا حق حاصل نہیں تھا بلکہ صرف وہ افراد ووٹ ڈالنے کا حق رکھتے تھے جو کم از کم پرائمری تک تعلیم یافتہ تھے یا جو فوج میں ملازم تھے یا پھر وہ جو سرکار کو سالانہ پانچ روپے مالیہ دیا کرتے تھے[۸]۔ حکومت نے اعلان کیا تھا کہ ووٹروں کی کوئی نئی فہرستیں نہیں بنائی جائیں گی بلکہ ۱۹۴۰-۴۱ء کی پرانی فہرستوں کو چند تبدیلیوں کے بعد قابلِ استعمال بنا دیا گیا۔ راولپنڈی مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کے طلباء نے الیکشن آفس سے ووٹروں کی فہرستیں حاصل کیں اور تمام اہل ووٹروں سے رابطہ کیا اور انہیں ووٹ ڈالنے کے طریقے سے آگاہ کیا۔[۹] اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے گورڈن کالج، اسلامیہ ہائی سکول اور ڈی۔اے۔وی کالج کے طلباء نے اپنی تعلیم کو وقتی طور پر خیرآباد کہا اور اس سیاسی مہم میں شامل ہو گئے۔ یہ انہی طلباء کی انتھک اور بے لوث محنت کا نتیجہ تھا کہ ووٹروں کی رائے شماری کی تاریخ کے اختتام سے پہلے ضلع راولپنڈی سے تقریباً بیس ہزار افراد کو ووٹروں کی فہرست میں شامل کیا جا چکا تھا۔[۱۰] جو مسلم لیگی انتخابات میں حصہ لینے کے خواہشمند تھے ان کیلئے لازم تھا کہ وہ مسلم لیگ کے الیکشن فنڈ میں دس روپے بطور درخواست فیس جمع کروائیں۔ انتخابات کی اس تمام گہما گہمی کی نگرانی پنجاب مسلم لیگ کر رہی تھی جس کا دفتر واقع میکلوڈ روڈ لاہور تھا۔[۱۱]

ضلع راولپنڈی میں الیکشن مہم کے دوران ایک خاص قابلِ ذکر بات یہ رہی کہ علاقے کے بہت سے معتبر

مسلمان بڑی تعداد میں مسلم لیگ میں شامل ہونا شروع ہو گئے جس سے مسلم لیگ کی مقبولیت میں کافی اضافہ ہوا۔ ان میں گوجر خان سے تعلق رکھنے والے سابق ممبر لیجسلیٹو اسمبلی اور نہایت ہی نامور سماجی کارکن صوبیدار میجر فرمان علی خان سرفہرست تھے۔ نہ صرف یہ کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے بلکہ مسلم لیگ کے ٹکٹ کیلئے درخواست بھی دے دی۔ ان کے علاوہ ضلع راولپنڈی کی ایک اور بڑی سماجی شخصیت سابق ممبر لیجسلیٹو اسمبلی محمد یوسف خان جن کا تعلق گولڑہ سے تھا وہ بھی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے حالانکہ وہ یونینسٹ پارٹی کے صفِ اول کے حامیوں میں شمار کئے جاتے تھے۔[۱۲]

پنجاب اسمبلی کیلئے کُل ۱۷۵ انتخابی حلقے تھے جن میں ۳۴-ہندو، ۸-شیڈولڈ کاسٹ، ۸۴-مسلمان، ۳۱-سکھ، ۴-خواتین، ۱-اینگلوانڈین، ۱-یورپین، ۲-عیسائی، ۲-کامرس رصنعت، ۵-زمیندار، ۲-مزدور اور ۱-یونیورسٹی کا حلقہ تھا۔ ۷۵ مسلم دیہاتی حلقوں میں سے ۳ ضلع راولپنڈی میں تھے جن میں راولپنڈی صدر (تحصیل راولپنڈی)، گوجر خان (تحصیل گوجر خان) اور راولپنڈی مشرقی (تحصیل مری اور کہوٹہ کا مشترکہ حلقہ) شامل تھے[۱۳]۔ پنجاب اسمبلی کے الیکشن شیڈول کے مطابق کاغذات نامزدگی جمع کرانے کی آخری تاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء رکھی گئی جبکہ کاغذات کی جانچ پڑتال کیلئے ۱۵ دسمبر اور ووٹنگ کیلئے یکم فروری سے ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء کی تاریخ رکھی گئی۔[۱۴]

مرکزی اسمبلی کے انتخابات

مرکزی اسمبلی کے انتخابات دسمبر ۱۹۴۵ء میں منعقد ہونے تھے۔ اس مقصد کے لئے قائداعظم نے ہندوستان کے تمام بڑے شہروں کے دورے کئے اور مسلمانوں سے مسلم لیگ میں شمولیت کیلئے کہا اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے انتخابی مہم کو آسان بنانے کیلئے چندہ دینے کی بھی درخواست کی۔ قائداعظم کافی پُرامید تھے کہ مسلم لیگ مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں نمایاں کامیابی حاصل کرے گی۔ دسمبر کے آخری عشرے تک مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔ مسلم لیگ نے تمام ۳۰ مسلم نشستوں پر کامیابی حاصل کی جبکہ کانگرس ۱۰۲ میں سے صرف ۵۷ حلقوں میں کامیابی حاصل کر سکی۔ ایک بھی کانگریسی مسلمان مسلم نشست پر کامیاب نہ ہو سکا۔[۱۵] مسلم لیگ کی اس شاندار کامیابی پر قائداعظم نے جمعہ ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو فتح کا دن منانے کا اعلان کیا۔[۱۶]

ضلع راولپنڈی سے مسلم لیگی امیدوار

ضلع راولپنڈی سے بہت سے نامور مسلم لیگی پنجاب اسمبلی کے انتخابات کے لئے مسلم لیگ کا ٹکٹ لینے کے خواہشمند تھے جس کی وجہ سے ٹکٹوں کی تقسیم میں خاصی دقت پیش آ رہی تھی۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ راولپنڈی میں مسلم لیگ کے علاوہ یونینسٹ اور خاکسار پارٹی بھی کافی اثر ورسوخ رکھتی تھیں۔ راولپنڈی ڈویژن کا حلقہ پنجاب میں

مسلمانوں کے ۹ شہری حلقوں میں سے ایک تھا۔ مسلم لیگ کا ٹکٹ سر فیروز خان نون کو دیا گیا۔ ان کے مدِ مقابل خاکسار پارٹی کے ڈاکٹر شاہ محمد عالم اور آزاد امیدوار میر شمس الدین راولپنڈی ڈویژن کے مسلم حلقے سے انتخاب میں حصہ لے رہے تھے۔ ضلع راولپنڈی میں تین انتخابی حلقے تھے۔ جن میں تحصیل راولپنڈی، تحصیل گوجر خان اور تحصیل مری اور کہوٹہ کا مشترکہ حلقہ راولپنڈی مشرقی شامل تھا[17]۔

تحصیل راولپنڈی کے مسلم حلقے کیلئے چوہدری ظفر الحق ایڈوکیٹ کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا گیا۔ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ چونکہ وہ ایک ذیلدار ہیں اس لئے وہ لیجسلیٹو اسمبلی کیلئے امیدوار نہیں ہو سکتے لیکن عدالت نے اس الزام کو اس بنیاد پر خارج کر دیا کہ اگر چہ یہ قانون ہندوستان کے مختلف حصوں میں رائج ہے کہ ذیلدار وغیرہ الیکشن میں حصہ نہیں لے سکتے مگر پنجاب میں ایسا کوئی قانون رائج نہیں ہے اور یہاں کے قانون کے مطابق ذیلدار اور نیم سرکاری ملازم بھی عام انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں[18]۔ اسی حلقے سے خان محمد یوسف خان نے بھی آزاد امیدوار کی حیثیت سے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ ان دو امیدواروں کے علاوہ یونینسٹ پارٹی کے چوہدری اللہ داد خان، خاکسار پارٹی کے شیر زمان خان اور ایک اور آزاد امیدوار اللہ داد بھی تحصیل راولپنڈی کی مسلم نشست کیلئے ایک دوسرے کے مدِ مقابل تھے۔

تحصیل گوجر خان کا حلقہ مسلم لیگ کیلئے کافی کمزور حلقہ تصور کیا جا رہا تھا۔ یہ افواہیں گردش کر رہی تھیں کہ مسلم لیگ کا ٹکٹ جلال پور شریف کے سجادہ نشین پیر فضل شاہ کے بیٹے صاحبزادہ برکات احمد کو دیا جائیگا۔ گوجر خان کے لوگ اس بات کے حق میں نہیں تھے کیونکہ صاحبزادہ برکات احمد کا تعلق نہ تو گوجر خان سے تھا اور نہ ہی وہ مسلم لیگ کے ممبر تھے بلکہ وہ ایک سرکاری ادارے میں ملازمت کرتے تھے۔ گوجر خان کے لوگ چاہتے تھے کہ مسلم لیگ کا ٹکٹ کسی ایسے شخص کو ملنا چاہیئے جو گوجر خان کا مقامی ہو۔ گوجر خان میں اس وقت بہت سے پڑھے لکھے مسلمان موجود تھے جن میں راجہ سید اکبر خان ایڈوکیٹ، چوہدری عزیز احمد بھٹی، صوبیدار امیر علی، راجہ امیر انور، چوہدری نواب خان اور سابقہ ایم۔ ایل۔ اے صوبیدار میجر فرمان علی وغیرہ انتخابات میں حصہ لینے کیلئے تیاری کر رہے تھے۔ راجہ سید اکبر خان ایڈوکیٹ ایک مضبوط مسلم لیگی امیدوار تھے مگر مسلم لیگ کا ٹکٹ راماں سے تعلق رکھنے والے چوہدری نواب خان کو دے دیا گیا جو ایک ذیلدار تھے اور گورنمنٹ میں بطور انعام خور ملازمت کر رہے تھے[19]۔ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ پیر فضل شاہ نے مسلم لیگ کے پارلیمانی بورڈ کو خبردار کیا تھا کہ اگر انہوں نے تحصیل گوجر خان کیلئے مسلم لیگ کا ٹکٹ راجہ سید اکبر خان کو دیا تو مسلم لیگ کو اس حلقے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مسلمانانِ گوجر خان نے اس ناانصافی کے خلاف آواز اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

اس مقصد کیلئے چوہدری محمد اشرف ایڈوکیٹ پارلیمانی بورڈ کے صدر نوابزادہ لیاقت علی خان سے ملنے کیلئے پشاور جا پہنچے اور انہیں معاملے کی نوعیت سے آگاہ کیا۔ جب لیاقت علی خان کو معلوم ہوا کہ راجہ سید اکبر خان گوجر خان میں مسلم لیگ کے بانیوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور نہایت ہی سرگرم کارکن ہیں جبکہ چوہدری نواب خان نے حال ہی میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ذیلدار بھی ہیں اور حکومت میں بطور انعام خور ملازم بھی تو انہوں نے فوراً مسلم لیگ کا ٹکٹ چوہدری نواب خان سے لے کر راجہ سید اکبر خان ایڈوکیٹ کو جاری کئے جانے کا حکم دیا[20]۔

نوائے وقت نے جنوری ۱۹۴۶ء میں پنجاب میں مسلم حلقوں کے حوالے سے ایک اداریہ شائع کیا۔ اس اداریے میں اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا گیا کہ شاید مسلم لیگ کو تحصیل گوجر خان کے مسلم حلقے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے کیونکہ گوجر خان میں مسلم لیگ کے مدِ مقابل یونینسٹ پارٹی کے علی رضا خان مسلم لیگی امیدوار راجہ سید اکبر خان کے مقابلے میں کافی دولت منداور اثر ورسوخ والے سیاست دان تھے۔ ان خدشات کو ذہن میں رکھتے ہوئے سر فیروز خان نون نے گوجر خان کا دورہ کیا اور وہاں کے مسلم لیگی کارکنوں سے مشورہ کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ مسلم لیگ کی نشست بچانے کیلئے مسلم لیگ کا ٹکٹ سید اکبر خان سے لے کر صوبیدار راجہ امیر علی کو دے دیا جائے جو تحصیل گوجر خان سے بطور آزاد امیدوار انتخاب میں حصہ لے رہے تھے۔ گوجر خان کے مسلمانوں نے اس تجویز کو بالکل پسند نہیں کیا اور کہا کہ وہ صرف راجہ سید اکبر خان کو ووٹ دیں گے۔ مسلمانانِ گوجر خان کے اس جوش وجذبے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فیروز خان نون نے مسلم لیگ کا ٹکٹ راجہ سید اکبر کو ہی دینے کے فیصلے کو برقرار رکھنے کا اعلان کیا۔[21] راجہ سید اکبر کے علاوہ پانچ اور امیدوار بھی تحصیل گوجر خان سے مسلم نشست کے لئے مدِ مقابل تھے جن میں راجہ امیر علی، ملک اللہ دتہ خان ذیلدار اور راجہ محمد سہراب خان بطور آزاد امیدوار، کانگریس کے فضل حسین قومی، اور یونینسٹ پارٹی کے علی رضا خان ذیلدار شامل تھے۔ ان چھ امیدواروں میں سے تین نے اپنے کاغذات نامزدگی واپس لے لئے اور اب مقابلہ مسلم لیگ کے راجہ سید اکبر خان ایڈوکیٹ، یونینسٹ پارٹی کے امیدوار علی رضا خان اور آزاد امیدوار صوبیدار امیر علی کے درمیان تھا۔

راولپنڈی مشرقی کا انتخابی حلقہ ضلع راولپنڈی کی دو تحصیلوں مری اور کہوٹہ کا مشترکہ انتخابی حلقہ تھا۔ مسلم لیگ ان دونوں تحصیلوں میں اپنی جڑیں مضبوط کر چکی تھی۔ مگر تحصیل کہوٹہ کو ضلع راولپنڈی میں یونینسٹ اور خاکسار پارٹی کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ مسلم لیگ نے مری کے گاؤں روات سے تعلق رکھنے والے راجہ کالا خان کو لیگ کے ٹکٹ کیلئے نامزد کیا۔ یونینسٹ پارٹی کے امیدوار راجہ فتح خان ایک پڑھے لکھے اور منجھے ہوئے سیاست دان تھے۔ وہ ممبر لیجسلیٹو اسمبلی بھی رہ چکے تھے۔ ان دونوں کے علاوہ دو اور آزاد امیدوار بھی انتخاب میں حصہ لے رہے تھے۔ ان میں چوہدری چمن خان اور

بشوٹ سے تعلق رکھنے والے محمد خان ذیلدار شامل تھے جو بعد میں مسلم لیگی امیدوار راجہ کالا خان کے حق میں دستبردار ہو گئے[۲۲]۔ اب مقابلہ مسلم لیگی امیدوار راجہ کالا خان، یونینسٹ پارٹی کے راجہ فتح خان اور آزاد امیدوار چوہدری چمن خان کے درمیان ہونا تھا۔

ضلع راولپنڈی میں انتخابی مہم

مسلم لیگی امیدواروں کی نامزدگی سے پہلے ہی ضلع راولپنڈی میں سیاسی مہم کا آغاز ہو چکا تھا۔ مسلم لیگ کی مرکزی قیادت نے مسلمانانِ برصغیر سے اپیل کی کہ وہ قیام پاکستان کے حصول کیلئے صرف اور صرف مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں۔ ان کا ووٹ صرف اور صرف قیام پاکستان کیلئے ہوگا نہ کہ انتخابی امیدوار کیلئے۔ مرکزی قیادت نے اُن مسلم لیگیوں سے بھی درخواست کی جنہوں نے مسلم لیگ کے ٹکٹ کیلئے درخواست دی تھی لیکن کسی وجہ سے وہ مسلم لیگ کا ٹکٹ حاصل نہ کر سکے تھے کہ وہ مسلم لیگ کے نامزد امیدوار کا ساتھ دیں اور انتخابات میں بطور آزاد امیدوار حصہ نہ لیں کیونکہ اس سے مسلم لیگ کے مقصد کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

راولپنڈی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے طلباء نے انتخابی مہم میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اسلامیہ ہائی سکول، گورڈن کالج اور ڈی۔ اے۔ وی کالج کے طلباء نے علی گڑھ اور اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچایا۔ انہوں نے ووٹروں کی فہرستوں کو سامنے رکھتے ہوئے ووٹروں کا پتہ لگایا اور انہیں مسلم لیگی امیدوار کا تعارف اور ووٹ ڈالنے کے طریقے سے آگاہ کیا۔ مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے کارکن کسی ممکنہ بدامنی سے نمٹنے کیلئے تیاریوں میں مصروف تھے۔ تمام کارنر میٹنگز کے سارے انتظامات کی ذمہ داری مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے طلباء اور مسلم لیگی نیشنل گارڈز کے کندھوں پر تھی۔

ضلع راولپنڈی مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی مسلم لیگ کے پیغام کو عوام تک پہنچانے کیلئے جگہ جگہ جلسے کر رہے تھے۔ انہوں نے ضلع راولپنڈی کی تمام تحصیلوں کا دورہ کیا اور وہاں جلسوں میں مسلم لیگ کے حق میں تقریریں کیں اور مسلمانوں کو مسلم لیگی امیدواروں کے حق میں ووٹ ڈالنے کے لئے کہا۔ گوجر خان سے مسلم لیگی امیدوار راجہ سید اکبر نے مسلمانوں سے کہا کہ انتخابات میں انہوں نے اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ آیا انہیں اپنے لئے ایک آزاد اور خود مختار اسلامی ریاست، پاکستان کا قیام چاہیئے یا نہیں اور اگر ہاں تو انہیں اپنا ووٹ مسلم لیگ کے حق میں ہی ڈالنا ہوگا۔

راولپنڈی مشرقی کے ضلع میں حالات کچھ ناساز گار تھے۔ یہاں مسلم لیگ کا مقابلہ یونینسٹ پارٹی کے راجہ فتح

خان سے تھا جو پہلے بھی انتخابات جیت چکے تھے۔ وہ اپنے حلقے میں بہت اثر ورسوخ رکھتے تھے اوراس دفعہ بھی جیت کیلئے کافی پُر امید تھے۔ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق تھا تو مسلم لیگی امیدوار راجہ کالا خان مری میں کافی مضبوط امیدوار تھے کیونکہ یہ ان کا آبائی حلقہ تھا۔ تحصیل راولپنڈی کا حلقہ مسلم لیگ کیلئے ایک محفوظ حلقہ تھا کیونکہ ضلع راولپنڈی مسلم لیگ کا مرکزی دفتر شہر کے وسط میں موجود تھا اس کے علاوہ یہاں اسلامیہ اسکول، گورڈن کالج اور ڈی۔ اے۔ وی کالج کے طلباء کی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن بھی کافی مضبوط اور متحرک جماعت تھی۔

انتخابی نتائج

پنجاب اسمبلی کیلئے مسلمانوں کی ۸۶ نشستیں تھیں جن میں خواتین کی ۲ نشستیں بھی شامل تھیں[۲۳]۔ تقریباً ۵۰۰ امیدواروں نے کاغذاتِ نامزدگی جمع کرائے۔ بہت سے امیدواروں کا تعلق حکمران یونینسٹ پارٹی سے تھا۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو بیک وقت بہت سے حلقوں سے انتخابات میں حصہ لے رہے تھے۔ پنجاب میں ۸۶ مسلم نشستوں کیلئے مسلم لیگ نے ۸۴، کانگریس نے ۶۷، اکالی دل نے ۲۶، کیمونسٹ پارٹی نے ۲۷، مجلس احرار نے ۱۸ اور ریڈیکل پارٹی نے ۳ امیدواروں کے کاغذاتِ نامزدگی جمع کروائے۔[۲۴] اس کے علاوہ تقریباً ۸۷ مسلمان بطور آزاد امیدوار بھی پنجاب اسمبلی کیلئے کاغذاتِ نامزدگی جمع کرواچکے تھے۔ پولنگ سے پہلے کانگریس کے ۹ اور مسلم لیگ کے ۳ امیدوار بلا مقابلہ منتخب قرار دیے گئے۔[۲۵] پولنگ یکم فروری تا ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء تک جاری رہی[۲۶]۔

ان انتخابات میں آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس ہی دو اہم سیاسی جماعتیں تھیں اور انہوں نے ہی زیادہ تر نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ مسلم لیگ نے ۴۹۵ مسلم نشستوں میں سے ۴۴۰ میں کامیابی حاصل کی۔ پنجاب میں مسلم لیگ نے ۸۶ مسلم نشستوں میں سے ۷۹ میں کامیابی حاصل کی۔[۲۷] سندھ، بمبئی، مدراس، مرکزی صوبوں اور اوڑیسہ میں مسلم لیگ کو کامیابی حاصل ہوئی جبکہ سرحد میں جہاں خدائی خدمتگار پارٹی کا اثر ورسوخ زیادہ تھا مسلم لیگ نے ۳۸ مسلم نشستوں میں سے ۱۷ میں کامیابی حاصل کی۔ آسام میں ۳۴ مسلم نشستوں میں سے مسلم لیگ نے ۳۱ میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے علاوہ بنگال میں ۱۱۹ میں سے ۱۱۳، بہار میں ۴۰ میں سے ۳۴ اور یو پی میں ۶۶ مسلم نشستوں میں سے ۵۴ میں مسلم لیگ نے کامیابی حاصل کی۔[۲۸]

راولپنڈی ڈویژن میں مسلم لیگ کو سو فیصد کامیابی حاصل ہوئی۔ مسلم لیگی امیدوار سر فیروز خان نون، راجہ سید اکبر خان ایڈوکیٹ، چوہدری ظفرالحق اور راجہ کالا خان نے واضح اکثریت سے کامیابی حاصل کی[۲۹]۔ راولپنڈی کے

مسلمان اس شاندار کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ انتخابات کے نتائج مسلم لیگ کے مخالفین کے لئے غیر متوقع اور پریشان کن تھے۔ مسلم لیگ کی اس شاندار کامیابی کیلئے وہ ذہنی طور پر تیار نہیں تھے۔ اس حواس باختگی کے عالم میں انہوں نے فاتح مسلم امیدواروں کے خلاف عدالتوں میں درخواستیں دینی شروع کر دیں اور انتخابات کے نتائج کو چیلنج کرنا شروع کر دیا لیکن ان سب کو ناکامی اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔[۳۰] مسلمانانِ برصغیر نے عمومی طور پر مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالے اور مسلم لیگ کے اس دعوے کو سچ کر دکھایا کہ صرف آل انڈیا مسلم لیگ ہی وہ واحد سیاسی جماعت ہے جس کو مسلمانانِ برصغیر کی نمائندہ سیاسی جماعت ہونے کا حق حاصل ہے اور محمد علی جناح ہی مسلمانوں کے حقیقی قائداعظم ہیں۔

۱۹۳۷ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ کچھ خاص کامیابی حاصل نہ کر سکی تھی لیکن ۱۹۴۶ء میں حالات مختلف تھے۔ اب مسلمان اپنے حقوق سے آگاہ تھے۔ مارچ ۱۹۴۰ء کے سالانہ اجلاس کے بعد مسلم لیگ پہلے سے بہتر اور منظم جماعت بن کر ابھری تھی۔ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن بھی عوام میں شعور بیدار کرنے میں کافی موثر ثابت ہوئی۔ بہت سے پیروں اور مذہبی علماء نے بھی مسلم لیگ کے پیغام کو عوام تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ نے ایک عوامی تحریک کا روپ دھار لیا اور برصغیر کے کونے کونے میں مسلم لیگ کی ذیلی شاخیں قائم ہونے لگیں۔ راولپنڈی میں بھی مسلم لیگ کافی مقبول ہو چکی تھی اور قائداعظم کے دورۂ راولپنڈی (جولائی ۱۹۴۴ء) نے مسلمانوں کو نئی جہت بخشی اور انہوں نے مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے انتھک کوششیں کیں۔ مسلم لیگ کی کامیابی پورے ضلع راولپنڈی میں پرجوش طریقے سے منائی گئی۔ گوجر خان کے مسلمان اپنی کامیابی پر بہت خوش تھے۔ انہیں اس بات پر فخر تھا کہ انہوں نے اپنے امیدوار اور مسلم لیگ کو مایوس نہیں ہونے دیا۔ الیکشن کے نتائج کے اعلان کے بعد سر فیروز خان نون نے دوبارہ گوجر خان کا دورہ کیا اور گوجر خان کے مسلمانوں کو ان کی شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کی۔ جیت کی خوشیاں تحصیل مری اور کہوٹہ میں بھی بڑے جوش و خروش سے منائی جا رہی تھیں۔ لوگ بہت خوش تھے کہ روات کے مقامی راجہ کالا خان نے مٹور سے تعلق رکھنے والی یونینسٹ پارٹی کے مضبوط امیدوار راجہ فتح خان کو شکست دی تھی۔ راولپنڈی ڈویژن سے راجہ کالا خان نے سر فیروز خان نون کے بعد سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے تھے۔ پوٹھہ شریف میں پیر ملک سورج کے مزار پر لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا اور پاکستان کے حق میں تقاریر کی گئیں۔ مری اور کہوٹہ کے مختلف علاقوں مثلاً کالی مٹی، مسوٹ، کوزہ گلی، سہر بگلہ اور بکوٹ وغیرہ میں جلسے کئے گئے جن میں راولپنڈی کے نامور مسلم لیگی مثلاً سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی، چوہدری مولا بخش، خواجہ محمود احمد منٹو، مولوی سراج الحق، حافظ عبدالرشید، چوہدری محمد رمضان اور ڈاکٹر عبدالخالق علوی

وغیرہ نے پر جوش تقاریر کیں۔ مقررین نے مسلمانانِ مری و کہوٹہ کو مبارکباد پیش کی اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے مسلم لیگی امیدوار کے حق میں اپنے ووٹ کا استعمال کیا۔[۳۱] تحصیل راولپنڈی میں بھی جشن کا سا سماں تھا۔ راولپنڈی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے مختلف مقامات پر جلسے کیے جن میں سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی، شیخ نصیر، چوہدری ظفر الحق اور دیگر نامور مسلم لیگی رہنماؤں نے تقاریر کیں اور مسلمانوں کو مبارکباد دی اور مسلم لیگ کا ساتھ دینے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

قائداعظم نے مسلم لیگ کی اس شاندار کامیابی پر مسلمانانِ برصغیر کو مبارکباد پیش کی۔ اسی دوران کیبنٹ مشن اپنی سفارشات لے کر ہندوستان پہنچ گیا۔ قائداعظم مسلم لیگ کی حالیہ انتخابات میں شاندار کامیابی کو بھرپور طریقے سے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ ۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی میں پنجاب مسلم لیگ کے نومنتخب ارکان اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا جو تین روز تک جاری رہا۔ جس میں مسلم لیگ کی نشستوں پر منتخب ہونے والے تقریباً تمام ارکانِ پنجاب اسمبلی نے حصہ لیا۔ اس موقع پر قائداعظم نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی مرضی کے بغیر ان پر کوئی فیصلہ مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو مسلمان بھرپور طریقے سے اس کی مذمت کریں گے۔[۳۲] بہت سے نامور مسلم لیگی رہنماؤں نے بھی اس موقع پر خطاب کیا۔

کانگریس نے مختلف سیاسی جماعتوں سے رابطے کرنے شروع کر دیے اور انہیں اکسایا کہ وہ حکومتیں بنانے کیلئے مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیں۔ اسی دوران مختلف صوبوں میں وزارتیں بننی شروع ہو گئیں۔ بنگال میں حسین شہید سہروردی نے مسلم لیگی وزارت قائم کی۔ کانگریس نے آسام، بہار، یو۔ پی، بمبئی، مدراس، سی پی اور اُڑیسہ میں وزارتیں قائم کر لیں۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں کانگریس اور اس کی اتحادی جماعت خدائی خدمتگار نے ۳۳ نشستیں حاصل کر کے ڈاکٹر خان صاحب کی قیادت میں وزارت قائم کر لی۔ سندھ میں کانگریس نے مختلف جماعتوں کے ساتھ اتحاد کر کے جی ایم سید کی قیادت میں وزارت قائم کر لی۔ پنجاب میں نواب ممدوٹ کی قیادت میں مسلم لیگ ۸۶ میں سے ۷۹ نشستیں لے کر اکثریت حاصل کر چکی تھی۔[۳۳] حکمران یونینسٹ پارٹی صرف ۱۰ مسلم نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی مگر کانگریس پارٹی نے مسلم لیگ کی وزارت بننے سے روکنے کیلئے اکالی دل اور یونینسٹ پارٹی سے الحاق کر کے پنجاب میں خضر حیات ٹوانہ کی قیادت میں مخلوط حکومت قائم کر لی۔[۳۴] اگرچہ مسلم لیگ اکثریت میں ہونے کے باوجود بھی پنجاب میں اپنی وزارت بنانے میں کامیاب نہ ہو سکی لیکن انتخابات میں مسلم لیگ کی واضح اکثریت نے حکومتِ برطانیہ اور کانگریس پارٹی پر یہ واضح کر دیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ برصغیر کی نمائندہ سیاسی جماعت ہے اور تمام مسلمان قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے متحد ہیں۔ مسلم لیگ اس سیاسی ناانصافی پر خاموش نہیں بیٹھی بلکہ

پنجاب مسلم لیگ نے خضر حیات ٹوانہ کی مخلوط حکومت کے خلاف جنوری ۱۹۴۶ء میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کردی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ماہ سے بھی کم مدت میں حکومت کو مسلم لیگ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ ملک خضر حیات ٹوانہ نے ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو وزارت سے استعفیٰ دیا اور ۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو گورنر پنجاب نے نواب ممدوٹ سے صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت کے قیام کیلئے اسمبلی میں مسلم لیگ کی اکثریت کا ثبوت طلب کیا[۳۵]۔ یہی وہ وقت تھا جب پنجاب میں مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

حوالہ جات

۱- Muhammad Reza Khan, *What Price Freedom*, Karachi, 1977, p. 133.

۲- Waheed-uz-Zaman, *Myth and Reality*, Islamabad, 1985, pp.75-76.

۳- Jamil-ud-Din Ahmad, *The Creation of Pakistan*, Lahore, 1986, p.247.

۴- Sayed Wiqar Ali Shah, *Ethnicity, Islam and Nationalism: Muslim Politics In The North-West Frontier Province 1937-47*, Oxford University Press, Karachi, 1999, p. 164.

۵- Ian Talbot, *Provincial Politics and The Pakistan Movement*, Karachi, 1990, p. 49.

۶- اخبار رہنمائے، ۲۱ ستمبر ۱۹۴۵ء۔

۷- ایضاً۔

۸- ایضاً، ۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔

۹- ایضاً۔

۱۰- ایضاً، ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔

۱۱- ایضاً، ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔

۱۲- ایضاً، ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔

۱۳- K.C. Yadav, *Elections In Punjab: 1920-1947*, New Delhi, 1987, pp. 109-116

۱۴- ایضاً، ص ۱۰۶۔

۱۵- اخبار وی ڈان، ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء۔

۱۶- G. Allana, *Quaid-i-Azam: The Story of A Nation*, Karachi, 1976, p. 386. ; *Indian Annual Register, 1946, 1, p.30.*

۱۷- اخبار ’رہنما‘، ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۱۸- ایضاً۔

۱۹- ایضاً، ۱۶ دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۲۰- ایضاً۔

۲۱- راجہ اکرام الحق، تاریخ گوجر خان، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ص ۸۳،۲۸۲۔

۲۲- نور الٰہی عباسی، تاریخ مری، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ص ۸، ۱۵۱۔

۲۳- ’رہنما‘، ۷ ستمبر ۱۹۴۵ء۔

۲۴- ’نوائے وقت‘، ۱۷ جنوری ۱۹۴۶ء۔

۲۵- ’ٹریبون‘، ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۲۶- کے۔سی۔ یادیو، بحوالہ سابقہ، ص ۱۰۶۔

۲۷- جمیل الدین احمد، بحوالہ سابقہ، ص ۲۶۔

۲۸- ایضاً۔

۲۹- راولپنڈی ڈویژن سے مسلم لیگ کے امیدوار سر فیروز خان نون نے ۱۴۷۲۸ ووٹ حاصل کئے۔ جبکہ ان کے مخالف خاکسار پارٹی کے امیدوار ڈاکٹر شیخ محمد عالم نے ۲۳۴۶ ووٹ حاصل کئے جبکہ آزاد امیدوار شمس الدین صرف ۱۶ ووٹ لینے میں کامیاب ہوئے۔

ضلع راولپنڈی میں تین مسلم حلقے تھے۔ تحصیل راولپنڈی کے حلقے سے مسلم لیگ کے امیدوار چوہدری ظفر الحق نے ۵۶۲۴ ووٹ حاصل کئے۔ آزاد امیدوار خان محمد یوسف خان نے ۳۲۷۱ ووٹ حاصل کئے۔ ایک اور آزاد امیدوار شیر زمان خان نے ۷۹ ووٹ جبکہ یونینسٹ پارٹی کے راجہ اللہ داد خان نے ۷۲۹ ووٹ حاصل کئے۔

تحصیل گوجر خان کے حلقے سے مسلم لیگی امیدوار راجہ سید اکبر خان ایڈوکیٹ نے ۸۹۵۶ ووٹ حاصل کئے جبکہ ان کے مخالف یونینسٹ پارٹی کے علی رضا خان صرف ۸۸۳ ووٹ حاصل کر سکے۔ آزاد امیدوار سردار امیر علی نے ۵۴۱ ووٹ حاصل کئے۔

راولپنڈی مشرقی یعنی تحصیل مری اور کہوٹہ کے مشترکہ حلقے سے مسلم لیگی امیدوار راجہ کالا خان نے ۱۰۳۰۸

ووٹ حاصل کئے جبکہ ان کے مدِ مقابل یونینسٹ پارٹی کے راجہ فتح خان نے ۲۰۰۸ ووٹ حاصل کیے جبکہ آزاد امیدوار چوہدری چمن علی صرف ۲ ووٹ حاصل کر سکے۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے، کے۔سی۔یادیو، *الیکشنز ان پنجاب*، ۴۷-۱۹۲۰ء، ص ص ۲۹-۱۲۲۔

۳۰- ایضاً۔

۳۱- نورالٰہی عباسی، ص ۵۸-۱۵۱۔

۳۲- *انڈین اینول رجسٹر*، ۱۹۴۶ء، ا، ص ۴۹۔

۳۳- *سول اینڈ ملٹری گزٹ*، ۷ اور ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء۔

۳۴- *انڈین اینول رجسٹر*، ۱۹۴۶ء، ا، ص ۴۲۔

۳۵- ایضاً، ۱۹۴۷ء، ا، ص ۴۲؛ '*دی ڈان*' ۴ مارچ ۱۹۴۷ء۔

مصنّفین خواتین وحضرات سے گزارش ہے کہ

وہ اپنے مضامین اور تبصرہ کتب ارسال کرنے کے علاوہ

درج ذیل ای میل ایڈریس

mujallahpjhc@yahoo.com

پر ای میل بھی کریں تاکہ ادارہ ھذا کو اس کی اشاعت،

وضاحت اور تصحیح کے حوالے سے آسانی میسّر آسکے۔

اس سلسلے میں ادارہ آپ کے تعاون کا شکر گزار ہوگا۔

عذرا وقار

مدیر مجلّہ